بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

تصریحات

پاکستان کی مختصر سی تاریخ میں ہم کئی خطرات ومہلکات سے گزرے ہیں اور قوم نے متعدد نازک بحرانوں کا پامردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ لیکن قومی تاریخ کے موجودہ مرحلے میں ہم جس مہیب اور خوفناک بحران سے دوچار ہیں۔ اس کی سنگینی ان تمام خطرات سے کہیں زیادہ ہے جو قبل ازیں ملکی سلامتی اور قومی بقا کو لاحق رہے ہیں۔ آج ملک کے سیاسی مطلع پر مایوسی و بے یقینی اور انتشار وافتراق کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں اور عوامی حکومت کے قیام، پائیدار و قابلِ عمل آئین کی تلاش، اسلامی نظام معاشرت وسیاست کے قیام اور معاشی مسائل کے تسلی بخش سے متعلق قوم کی امیدوں کے فلک بوس محل جو عوام نے ایوبی آمریت کے سرنگوں ہونے کے بعد اپنی تصورات کی دنیا میں تعمیر کیے تھے، اب ریت کے گھروندے دکھائی دے رہے ہیں۔ آرزوؤں اور امیدوں کے وہ چراغ جو سنہ میں سیاسی زندگی کی بحالی نے روشن کیے تھے اور جنہیں غیر متوقع وحیران کن انتخابی نتائج بھی پوری طرح گل نہ کر سکے تھے آج "مشرق" سے اٹھنے والی بادِ سموم اور "مغرب" سے چڑھنے والی تیز آندھیوں کی نذر ہو کر رہ گئے ہیں اور ان چراغوں کو اپنے خونِ جگر سے روشن کرنے والے تاریکیوں کا شکار ہو کر یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ ملک جو اسلام کے ایک حصار اور عملی تجربہ گاہ کی حیثیت سے منصۂ شہود پر طلوع ہوا تھا اپنا وجود بھی باقی رکھ سکے گا یا نہیں؟

ملک کے موجودہ حالات اگرچہ نتیجہ ہیں پورے ۲۳ سال کے سیاسی عمل کا عموماً اور ۱۰ سالہ دورِ آمریت کا خصوصاً، مگر ان کے پیدا کرنے میں حالیہ انتخاب کے نتائج کا بھی پورا ہاتھ ہے۔ ان انتخابات میں ایک طرف وہ جماعتیں تھیں جو باوجود اپنی کوتاہیوں کے مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ ملک کے اساسی نظریہ کے تحفظ اور قومی وحدت کی علمبردار تھیں اور دوسری طرف وہ پارٹیاں تھیں جو معاشی و علاقائی مسائل کو نعروں کی حیثیت دے کر ملک کے بنیادی نظریہ بین الصوبائی اتحاد کو براہِ راست یا بالواسطہ اپنی ترکتازیوں کا نشانہ بنا رہی تھیں۔ انتخابات کے نتائج اول الذکر جماعتوں کی بجائے مؤخر الذکر پارٹیوں کے حق میں رہے۔ اس میں ان جماعتوں کے نفاق و انتشار اور کم کوشی کا بھی ہاتھ تھا اور جیتنے والوں کے جذبات انگیز پراپیگنڈے اور مغالطہ آمیز نعروں کا بھی، جن کا سادہ لوح عوام شکار ہو گئے۔ اس

دقت جیتنے والی پارٹیوں نے انتخابی نتائج کو قوم کے سیاسی شعور کی معراج قرار دیا، حالانکہ یہ ایسے ووٹروں کا فیصلہ تھا جنہیں ملک کی گزشتہ تاریخ میں رائے دہی کی عملی تربیت حاصل کرنے اور اس کے نتائج کو عملاً پرکھنے کا باقاعدہ موقع نہ ملا تھا اور اس لحاظ سے وہ آسانی کے ساتھ جذبات انگیزی و ہیجان خیزی کا نشانہ بن سکتے تھے۔

بہرحال ان نتائج نے قوم کی سیاسی زمام کار دو ایسی پارٹیوں کے ہاتھ میں تھما دی جو ملک کے دو جغرافیائی طور پر الگ الگ حصوں میں محصور ہیں اور ان میں ایک ـــــ عوامی لیگ ـــــ اگر بنگلہ دیش اور چھ نکات کے خول سے باہر نکلنے کو تیار نہیں تو دوسری ـــــ پیپلز پارٹی ـــــ اس کے اس رویے کا مقابلہ ایسے طریقوں سے کر رہی ہے، جن سے اختلافات طے ہونے کی بجائے ان کے مزید ابھرنے اور باہمی فاصلے گھٹنے کی بجائے ان کے اور بڑھنے کے امکانات پیدا ہو رہے ہیں۔

موجودہ حالات میں ایک ایسی پارٹی کی ضرورت تھی جو اسلامی نظریہ اور قومی اتحاد و سلامتی کی محافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کے دونوں بازوؤں میں مؤثر حیثیت کی مالک ہوتی مگر بدقسمتی سے انتخابی نتائج نے ان نظریات و اقدار کی حامل کسی پارٹی کو یہ پوزیشن عطا نہیں کی کہ وہ ملکی بقا اور استحکام کی اس نازک جنگ میں کوئی مؤثر اور فیصلہ کن کردار انجام دے سکے۔ حتیٰ کہ "دائیں بازو" کے جو نمائندے مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر قومی اسمبلی کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، وہ بھی تاحال کسی متفقہ لائحہ عمل پر متحد نہیں ہو سکے۔ اندریں حالات قوم کا فہمیدہ طبقہ جو اس ملک کو متحد اور اس میں اسلام کے اجتماعی نظام کی لازوال برکات کو جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے، خود کو گھٹاٹوپ اندھیروں اور مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں کا بے بس نخچیر پاتا ہے۔

ان اندھیاروں میں روشنی کی ایک کرن صدر پاکستان کا لیگل فریم ورک آرڈر مجریہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۰ء ہے۔ جس میں آئین کے لیے بنیادی اصول وضع کرتے ہوئے قرار دیا گیا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی وفاقی جمہوریہ ہوگا۔ جس میں شہریوں کے حقوق، عدلیہ کی آزادی اور مرکز و صوبوں کے درمیان متوازن تقسیم اختیارات کی ضمانت دی جائے گی ـــــ ان واضح اصولوں کے پیش نظر بظاہر موجودہ اضطراب و مایوسی کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن یہ اضطراب ایک طرف عوامی لیگ اور اس کے سربراہ کے "چھ نکات" ـــــ جو اس قانونی و آئینی ڈھانچے کے کئی نکات سے براہ راست متصادم ہیں ـــــ پر اصرار نے پیدا کیا ہے اور

(بقیہ ص ۵۳)